حضرت العلام حافظ محمد صاحب گوندلوی

دوام حدیث

استحسان

امام ابو حنیفہؒ ○ ولی اللہؒ ○ علامہ اقبالؒ

پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ آج کل بعض منکرین حدیث ابو بکر صدیق اور حضرت عمر کو بھی بعض موضوع اور ضعیف روایات کی بنا پر منکرین حدیث میں شمار کرتے ہیں۔ اور صحیح صحیح روایات میں جو حدیث کا شائع اور نقل کرنا اور ان کا لکھنا اور لکھانا ان سے مروی ہے اس کو ترک کر دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض مجتہدین کو بھی منکرین حدیث میں لانے سے نہیں شرماتے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے جو بعض ضعیف روایات اور بعض ان روایات کے متعلق (جن کا مفہوم ان کے خیال میں اور تھا) جو الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ ان کو انکار حدیث پر محمول کرتے ہیں، اور بعض باتیں جو ان کی طرف غلط طور پر منسوب تھیں۔ ان سے اس پر استدلال کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دوسری طرف حدیث کی تائید اور کتابت اور صحت کے متعلق ان سے متواتر باتیں آئی ہیں۔ ان کو نظر انداز کر جاتے ہیں۔

یہ سب باتیں فریب اور دجل ہیں اور بعض باتیں بے سمجھی کی علامت ہیں۔

(یہاں ہم ایک اور بات جو امام ابو حنیفہ کے متعلق ڈاکٹر اقبال صاحب کی زبانی نقل کی گئی ہے) اور ڈاکٹر صاحب نے شاہ ولی اللہ صاحب سے اس کا استشہاد کیا ہے، نقل کر کے اس پر کچھ لکھتے ہیں۔

"تین بڑے منکرین حدیث امام ابو حنیفہ شاہ ولی اللہ اور

علامہ اقبال :-

علامہ اقبال نے خطبات (تشکیل جدید) میں اپنے چھٹے خطبہ کا عنوان رکھا ہے "اسلامی نظام میں اصول حرکت" اس میں انہوں نے بتایا ہے کہ اسلام ایک تحریک ہے اور تحریک کے لیے ضروری ہے کہ وہ کسی خاص زمان یا مکان کے ساتھ مخصوص اور اس کی چار دیواری میں محدود ہوکر نہ رہ جائے۔ اس باب میں انہوں نے کہا ہے کہ اسلامی مملکت کے لیے غیر تبدل سرچشمہ قرآنی قوانین ہیں اور احادیث سے یہ مفہوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانے کے لیے ان اصولوں کی تفصیل کس طرح مرتب فرمائی۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

احادیث کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جن کی حیثیت قانونی ہے اور دوسری وہ جو قانونی حیثیت نہیں رکھتیں۔ اول الذکر کے بارے میں ایک بڑا اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کس حد تک ان رسوم ورواج پر مشتمل ہیں جو اسلام سے پہلے عرب میں رائج تھے اور جن میں سے بعض کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی حالہ رکھا اور بعض میں ترمیم فرمادی۔ آج کل یہ مشکل ہے کہ ان چیزوں کو پورے طور پر معلوم کیا جا سکے۔ کیونکہ ہمارے متقدمین نے اپنی تصانیف میں زمانہ قبل از اسلام کے رسوم ورواج کا زیادہ ذکر نہیں کیا۔ نہ ہی یہ معلوم کرنا ممکن ہے کہ جن رسوم ورواج کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی حالہ رکھا (خواہ ان کے لیے واضح طور پر حکم دیا ہو یا ویسے ہی ان کا استصواب فرمایا ہو) انہیں ہمیشہ کے لیے نافذ العمل رکھنا مقصود تھا۔ اس موضوع پر شاہ ولی اللہ نے بڑی عمدہ بحث کی ہے۔ جس کا خلاصہ میں یہاں بیان کرتا ہوں۔ شاہ صاحب نے کہا ہے کہ پیغمبرانہ طریق تعلیم یہ ہوتا ہے کہ رسول احکام میں ان لوگوں کے عادات، اطوار اور رسوم ورواج کو خاص طور پر ملحوظ رکھتے ہیں جو اس کے اولین مخاطب ہوتے ہیں۔ پیغمبر کی تعلیم کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ وہ عالمگیر اصول عطا کر دے۔ لیکن نہ تو مختلف قوموں کے لیے مختلف اصول دیئے جاتے ہیں اور نہ ہی انہیں بغیر کسی اصول کے چھوڑا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے مسلک زندگی کے لیے جس قسم کے اصول چاہیں وضع کرلیں۔ لہذا پیغمبر

کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک خاص قوم کو تیار کرتا ہے اور انہیں ایک عالمگیر شریعت کے لیے بطور خمیر استعمال کرتا ہے۔ اس مقصد کے لیے وہ ان اصولوں پر زور دیتا ہے جو تمام نوع انسانی کی معاشرتی زندگی کو اپنے سامنے رکھتے ہیں لیکن ان اصولوں کا نفاذ اس قوم کے عادات و خصائل کی روشنی میں کرتا ہے جو اس وقت اس کے سامنے ہوتی ہے۔ اس طریق کار کی رو سے رسول کے احکام اس قوم کے لیے خاص ہوتے ہیں۔ اور چونکہ ان کی ادائیگی بجائے خویش مقصود بالذات نہیں ہوتی۔ انہیں آنے والی نسلوں پر من وعن نافذ نہیں کیا جا سکتا۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ امام ابوحنیفہ نے (جو اسلام کی عالمگیریت کی خاص بصیرت رکھتے تھے) اپنی فقہ کی تدوین میں حدیثوں سے کام نہیں لیا۔ انہوں نے فقہ کی تدوین میں استحسان کا اصول وضع کیا ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ قانون وضع کرتے وقت اپنے زمانے کے تقاضوں کو سامنے رکھنا چاہیئے۔ اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی فقہ کا مدار احادیث پر کیوں نہیں رکھا۔

ان حالات کی روشنی میں میں بھی یہ سمجھتا ہوں کہ ان احادیث کے متعلق جن کی حیثیت قانونی ہے، امام ابوحنیفہ کا یہ طرز عمل بالکل معقول اور مناسب تھا اور اگر آج کوئی وسیع النظر مقنن یہ کہتا ہے کہ احادیث ہمارے لیے من و عن شریعت کے احکام نہیں بن سکتیں تو اس کا یہ طرز عمل امام ابوحنیفہ کے ہم آہنگ ہوگا۔ جن کا شمار فقہ اسلامی کے بلند ترین مقننین میں ہوتا ہے۔"

(خطبات اقبال ص ۱۹۳، ۱۹۴)

"طلوع اسلام اسی مسلک کی دعوت دینے کے جرم میں منکر حدیث مرتد اور ملحد قرار دیا جا رہا ہے۔ اب آپ خود ہی دیکھ لیجئے کہ اس معاملہ میں کتنے کتنے بڑے منکرین حدیث اس کے ساتھ شامل ہیں۔"

(مقام حدیث ص ۲۰۰، ۲۰۴، ۲۰۶)

مذکورہ بالا عبارت میں مندرجہ ذیل باتیں ذکر کی گئی ہیں:

۱۔ حدیثیں دو قسم کی ہیں۔ قانونی اور غیر قانونی (غیر قانونی پر بحث نہیں کی) قانونی کے متعلق احتمال ہے کہ ان میں بعض ایسی ہوں جو زمانہ جاہلیت کے رسوم و رواج پر مشتمل ہوں۔

۲۔ ہم یہ امتیاز نہیں کر سکتے کہ ان میں سے کون سا حصہ رسمی ہے اور کون سا حصہ بعد کا ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقرر کردہ۔

۳۔ پھر وہ احادیث جن میں پرانے رسوم و رواج کو بحالہ رکھا گیا ہے، یہ معلوم نہیں کہ انہیں ہمیشہ کے لیے نافذ العمل رکھنا مقصود تھا۔

۴۔ شاہ ولی اللہ نے یہ ذکر کیا ہے کہ بعض حدیثیں اس قسم کی بھی ہوتی ہیں جن کا تعلق اس قوم سے ہوتا ہے جن کو پیغمبر بطور خمیر کے استعمال کرتا ہے۔ انہیں آنے والی نسلوں میں من وعن نافذ نہیں کیا جا سکتا۔

۵۔ امام ابو حنیفہؒ نے اپنی فقہ میں حدیثوں سے کام نہیں لیا۔

۶۔ بلکہ استحسان سے کام لیا ہے۔

۷۔ استحسان کی حقیقت یہ ہے کہ قانون وضع کرنے وقت زمانے کے تقاضوں کو سامنے رکھا جائے۔

۸۔ طلوع اسلام والے نے یہ سمجھا ہے کہ ڈاکٹر اقبال انکار حدیث میں ہمارے ہم خیال ہیں۔

---

(۱) امر اول:۔ حدیثوں میں بعض احکام وہ بھی ہیں جو پہلے مروج تھے۔ یہ بات صحیح ہے مگر اس سے کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔ کیونکہ قرآن بھی ایسے امور پر مشتمل ہے جو پہلے مروج تھے جیسے حج کرنا، ہدی کا بھیجنا، احرام باندھنا، عرفات میں جانا، احرام میں شکار نہ کرنا، حرم کا احترام کرنا، بہت سے ناطے جن کا نکاح قرآن میں حرام ٹھہرایا گیا ہے۔ مقتول کی دیت ادا کرنا، طلاق دینا۔ اشہر حرم کا احترام کرنا۔ بیت اللہ کا طواف کرنا۔ جس طرح جاہلیت کی باتیں قرآن میں ہیں اسی طرح حدیث میں بھی ہیں۔ جاہلیت والے بھی اپنی جگہ ایک مذہب رکھتے تھے جس کو حنیفی دین کہتے تھے۔ اس میں بھی احکام تھے، جن میں سے بعض کی فہرست شاہ ولی اللہ نے گنوائی ہے۔

(۲) شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جو بعض احکام کی فہرست گنوائی ہے۔ ہم ان کو دیکھ کر کم از کم یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ وہ احکام زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ قرآن میں بھی ہیں اور حدیث میں بھی۔ بعض اصول ہیں اور بعض فروع۔ بعض قانونی باتیں ہیں، بعض غیر قانونی۔ کیونکہ کوئی اجتماع بھی قانونی امور سے خالی نہیں ہوتا۔ پس لازمی طور پر جاہلیت کا زمانہ بھی قانونی باتیں رکھتا تھا۔ وہ قتل اور چوری کے انسداد کے لیے کچھ قانون رکھتے تھے۔ دیت اور قصاص کا دستور ان کے ہاں جاری تھا۔ شاہ عبدالعزیز رح صاحب نے تفسیر عزیزی میں ملّت ابراہیمی کے بہت سے احکام جو پہلے جاہلیت میں باقی تھے اور تواتر سے چلے آ رہے تھے، شمار کیے ہیں۔ اگر طوالت کا ڈر نہ ہوتا تو یہاں لکھے جاتے۔

(۳) جو قانون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ جاری کیا اور اس کے متعلق وقتی ہونے کا حکم نہ لگایا اور نہ اس کی کوئی ایسی علت بیان کی ہو جو وقتی ہو یا بداہت عقل سے پتہ چلتا ہو کہ اس کی یہ علت ہے اور یہ وقتی ہے۔ پس وہ حکم دائمی ہوگا، نہ وقتی۔

(۴) شاہ ولی اللہ کی عبارت کا مطلب اگر یہی ہے جو سمجھا ہے تو یہ اس صورت میں ہے جب اس کے وقتی ہونے کے متعلق تصریح یا کوئی علامت ہو۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض احکام وقتی ہوتے ہیں مگر ان کے وقتی ہونے کی شریعت میں تصریح ہوتی ہے یا اس پر کوئی علامت قائم کر دی جاتی ہے۔

مگر صحیح یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ کی عبارت کا مطلب غلط سمجھا گیا ہے۔ ان کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ پیغمبر جس قوم میں آتا ہے۔ اس قوم کی عادات کا لحاظ اصول کے نفاذ میں ہوتا ہے۔ مگر وہ شریعت (باوجود اس کے کہ اس میں خاص قوم کی عادات کا لحاظ ہوتا ہے) عام ہوتی ہے۔ صرف اسی قوم کے لیے نہیں ہوتی جن کی عادات کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ اور اس میں قرآن و حدیث کے احکام مساوی درجہ رکھتے ہیں۔

(۵) استحسان جس کا مدار مجرد عقل پر ہو یہ کسی امام کے نزدیک حجت نہیں۔ بلکہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کو ان امور میں شمار کیا ہے جن سے دین میں تحریف ہوتی ہے۔

ومنها الاستحسان وحقیقته ان یری رجل الشارع یضرب لکل حکمة مظنة مناسبة ویراه یعقد التشریع فیختلس لبعض ما ذکر من اسرار التشریع فیشرع للناس حسبما عقل من المصلحة کما ان الیهود راوا ان الشارع انما امر بالحدود زجرا عن المعاصی للاصلاح وراوا ان الرجم یورث اختلافا و تقاولا بحیث یکون فی ذٰلک اشد الفساد واستحسنوا تحمیم الوجه والجلد فبین النبی صلی الله علیه وسلم انه تحریف ونبذ لحکم الله المنصوص فی التوراة باراءهم　　(حجة الله البالغه - جا ص ۹۶)

جو اسباب دین میں تحریف اور تبدیلی کا موجب ہوتے ہیں ان میں سے ایک استحسان ہے، جس کی حقیقت یہ ہے کہ شارع نے جن حکمتوں کی بنا پر احکام مقرر کیے ہیں۔ اور ان حکمتوں کے تحقق کے لیے مناسب امور مقرر کیے ہیں۔ (مثلاً نماز میں رخصت کی حکمت مشقت کا وجود ہے اور سفر میں مشقت پائی جاتی ہے پس شارع نے رخصت کو سفر کے ساتھ جوڑ دیا ہے۔) ان پر احکام مقرر کیے ہیں۔ بعض آدمیوں کو جب یہ احساس ہوتا ہے تو وہ اپنی طرف سے اسرار شریعت کو لے کر احکام کا مقرر کرنا شروع کر دیتے ہیں۔.........

اس کے بعد لکھتے ہیں:۔

"یہ اس وقت ممنوع ہے جب کتاب اللہ اور سنت سے استنباط کی شکل میں نہ ہو ورنہ جائز ہے اور حنفیہ کے ہاں بھی ادلۂ شرعیہ صرف چار ہیں، کتاب و سنت، اجماع اور قیاس۔ مذکورہ بالا استحسان کے وہ قائل نہیں۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ فقہ حنفیہ میں استحسان کا لفظ بہت وارد ہے۔ اسی بنا پر بعض لوگوں نے امام ابو حنیفہ پر اعتراض بھی کیا ہے۔"

مگر حنفیہ نے اصول فقہ میں اس کا جواب دیا ہے کہ:۔

"استحسان اس دلیل کو کہتے ہیں جو ایک واضح قیاس کے خلاف ہو۔ اس

کی چار صورتیں ذکر کی ہیں۔

۱۔ کبھی وہ دلیل جو قیاس جلی کے خلاف ہو حدیث ہوتی ہے جیسے بیع سلم۔ اس کا جواز حدیث سے ثابت ہے مگر قیاس چاہتا ہے کہ یہ بیع منع ہو کیونکہ یہ معدوم کی بیع ہے مگر حدیث نے یہ صورت بیع معدوم کی صورتوں سے مستثنیٰ کی ہے۔

۲۔ کبھی وہ دلیل اجماع ہوتی ہے جیسے کاریگروں سے ایک نمونے کے مطابق بعض مصنوعات کو بننے سے پہلے خریدنا۔ اس کو استصناع کہتے ہیں۔ اگر اس میں معدوم کی بیع ہے مگر اس پر امت کا اجماع ہے۔

۳۔ تیسری دلیل "ضرورت" ہے یعنی لاچار ہونا۔ جیسے برتن اگر پلید ہو جائیں تو قیاس چاہتا ہے کہ پاک نہ ہوں کیونکہ وہ نچوڑے نہیں جاتے۔ نجاست مسامات میں گھس کر اندر رہ جاتی ہے۔ مگر لاچاری کی بنا پر صرف دھونے سے ہی ان کو پاک ہونے کا حکم لگا دیتے ہیں۔

۴۔ چوتھی دلیل قیاس خفی ہے۔ یعنی ظاہری قیاس تو چاہتا ہے کہ پلید ہو جائے مگر نظرِ غائر سے پتہ چلتا ہے کہ پاک ہے جیسے وہ پانی جس میں درندے، پرندے (جیسے باز شکرہ وغیرہ) منہ ڈال دیں۔ ظاہری قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ پانی نجس ہو جائے کیونکہ ان کا گوشت نجس ہے۔ مگر جب غور کیا تو معلوم ہوا کہ اگرچہ گوشت نجس ہے مگر جانور پانی تو چونچ سے پیتے ہیں جو ہڈی کی ہوتی ہے، اور ہڈی نجس نہیں ہوتی۔" (نور الانوار سے مترجم ص ۲۴۳، ۲۴۴)

پس ثابت ہوا کہ "استحسان" جو حدیث سے الگ ہو کر کیا جائے وہ کسی کے نزدیک بھی حجت نہیں بلکہ یہ دین کے محرف ہونے کا سبب ہے۔ امام ابوحنیفہ ایسے استحسان کے قائل نہیں اور نہ ہی شاہ ولی اللہ کی عبارت میں ایسے استحسان کے جواز کا اشارہ ملتا ہے بلکہ وہاں تو صریح ممانعت موجود ہے۔

(۶) پھر ڈاکٹر اقبال کے متعلق یہ خیال کرنا کہ وہ انکار حدیث میں ہمارے ہم خیال ہیں۔ یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تو صرف ان حدیثوں کے متعلق کہتے ہیں جن کی حقیقت ظاہر نہ

ہو اور جن میں یہ سمجھا جائے کہ ان میں عام تشریع نہیں بلکہ اس قوم کے حالات کا لحاظ ہے جس کو آپ نے بطورِ خمیر استعمال کیا۔ پھر ان کے اس قول (کہ امام ابو حنیفہؒ نے فقہ کی تدوین میں حدیثوں سے کام نہیں لیا) میں اگر حدیثوں سے مراد وہ حدیثیں ہیں جن کے متعلق صراحت یا علامت سے یہ ثابت ہو جائے کہ خاص عربوں کے لیے ہیں، تو ان کی بات معقول ہے۔ اگر عام مراد لیا جائے تو غلط ہے۔

اسی طرح امام ابو حنیفہؒ کے متعلق یہ خیال رکھنا کہ انہوں نے فقہ کی تدوین میں مطلقاً حدیثوں سے بے اعتنائی برتی ہے۔ واقعات کے بالکل خلاف ہے۔ ویسے دنیوی امور میں استحسان ایک کارآمد اور قابلِ استعمال چیز ہے، مگر دین بنانے میں اس کو کوئی دخل نہیں ہے، کیونکہ دین کامل ہو چکا ہے اور احکام غیر منصوصہ میں صرف قیاس صحیح سے ہی کام لیا جائے گا۔

ایک تنقیدی جائزہ

قادیانیت

انگریزی زبان میں قادیانیت کے موضوع پر اس سے بہتر کوئی کتاب نہیں علامہ احسان الٰہی ظہیر نے اپنے قیام مدینہ طیبہ کے دوران عربی میں لکھا اور اب انگریزی ترجمے کے ساتھ۔ اعلیٰ ترین طباعت، کاغذ اور جلد کے ساتھ

قیمت: ۲۸/۷۵ روپے

تبلیغ کی خاطر منگوانے والوں کے لیے خصوصی رعایت

ادارہ ترجمان السنۃ ۷۔ ایبک روڈ انارکلی لاہور